باب2

تصانیفِ حضرت نوشہ گنج بخشؒ

اگر ہم تاریخوں اور تذکروں کا بنظر غائر جائزہ لیں تو ان میں جہاں بہت سی شخصیات کے متعلق متضاد بیانات دکھائی دیتے ہیں وہاں چند اہم شخصیات کا ذکر بھی سرے سے ہی نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ پنجابی ادب کی تاریخ لکھنے والوں نے بھی ادبی تاریخ رقم کرتے ہوئے یہی وتیرہ اختیار کیا ہے۔نتیجہ یہ ہے کہ تاریخ کے اوراق ان اہم ہستیوں کے ذکر کو اپنے اندر سمیٹنے سے محروم ہیں۔ ڈاکٹر موہن سنگھ دیوانہ کے بعد ڈاکٹر لاجونتی رام کرشن نے پنجابی صوفی شعرا کے متعلق اپنا تحقیقی مقالہ لکھتے ہوئے حضرت میاں محمد بخشؒ اور خواجہ غلام فریدؒ جیسے عظیم شعراء کو نظر انداز کیا۔ اس پہ طرّہ یہ کہ پی ایچ -ڈی کا مقالہ جانچنے والوں کو بھی اس غلطی کا احساس تک نہ ہوا۔ یہ تو ایک ادنیٰ سی مثال ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ پنجابی ادب کی صحیح تاریخ لکھنے کی ہنوز سنجیدہ کوشش ہی نہیں کی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ اب تک پنجابی کے بعض ایسے اہم اور عظیم شعرا اور ادبا ہماری نگاہوں سے اوجھل ہیں، جنہوں نے نہایت خلوص اور محنت شاقہ سے ایسے ایسے شاہکار تخلیق کئے ہیں، جن کو موتیوں سے تولا جا سکتا ہے۔ کیوں کہ ان میں ابدیت کے عناصر بدرجہ اتم موجود ہیں۔ ان ہی مشہور ہستیوں میں سے حضرت نوشہ گنج بخشؒ بھی ایک ہیں۔ ان کا ذکر پنجابی ادب کی بیشتر تاریخوں اور تذکروں میں نہیں ملتا مگر جن میں ملتا ہے وہ بھی سرسری ناکافی اور ناقابل اعتبار ہیں۔

چند برس پہلے تک حضرت نوشہ گنج بخشؒ کو ایک قادری بزرگ اور نوشاہی سلسلے

کے بانی مبانی کے طور پر جانا جاتا تھا اور آپ کی صرف ایک تصنیف مثنوی گنج الاسرار کا ذکر کیا جاتا تھا۔لیکن جدید تحقیق نے ثابت کر دیا کہ آپ اپنے دور کے نہ صرف عظیم صوفی اور مبلغ اسلام تھے بلکہ عظیم المرتبت شاعر ہونے کے علاوہ پنجابی کے اولین نثر نگار بھی تھے۔مگر افسوس اس امر کا ہے کہ آپ کی وفات کے بعد آپ کا گاؤں تین مرتبہ دریائے چناب کے سیلاب کی لپیٹ میں آیا۔جس کی وجہ سے آپ کے ادب پاروں کا وسیع ذخیرہ دریا برد ہوگیا۔جن پر اب کسی محقق کی رسائی کا کوئی امکان باقی نہ رہا۔ بااین ہمہ زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ چند ایک ایسی شہادتیں میسر آتی رہی ہیں جو حضرت نوشہ گنج بخشؒ کی علمی و ادبی کاوشوں کی نشاندہی کرتی ہیں۔

چنانچہ حتی الامکان تحقیق کی بنا پر آپ کی جو تصانیف منصۂ شہود پر آئی ہیں ان میں اردو، فارسی اور پنجابی کتب شامل ہیں۔ہم یہاں ان کتب کے مضامین اور فکری ربط کو مدنظر رکھتے ہوئے۔ان کے فکری موازنہ کے ساتھ ساتھ ان کی دستیابی کے متعلق تحقیقی تجزیہ بھی پیش کرتے ہیں تا کہ ان علمی و ادبی شہ پاروں کے قارئین کرام کسی تشکیک کا شکار نہ ہوں۔ چنانچہ اس باب میں آپ کی ہر تصنیف سے متعلق تفصیلی بحث کی گئی ہے تا کہ آئندہ ہمیں حضرت نوشہ گنج بخشؒ کے فکر اور فن پر تبصرہ کرنے میں آسانی رہے۔ امکان ہے کہ آپ کی کچھ اور تصانیف زمانے کی گرد کے نیچے پنہاں ہوں گی، جن تک ہماری رسائی نہ ہوسکی ہو۔تاہم اب تک آپ کی درج ذیل تصانیف سامنے آئی ہیں۔

مطبوعہ کتب

-1	چہار بہار	(فارسی ملفوظات)
-2	گنج الاسرار	(اردو مثنوی)
-3	گنج شریف	(پنجابی کلام)
-4	انتخاب گنج شریف	(اردو کلام)
-5	مواعظہ نوشہ پیرؒ	(وعظ۔ پنجابی نثر)

غیر مطبوعہ کتب

-1 ذخائر الجواہر یا ارشادات نوشاہیہ (فارسی ملفوظات)
-2 کلمات طیبات یا ملفوظات نوشاہیہ (//)
-3 جواہر مکنون یا اسرار و معارف (//)
-4 لطائف الاشارات (//)
-5 معارف تصوف (فارسی نظم)

مطبوعہ کتب کا تفصیلی تعارف

چہار بہار (فارسی)

چہار بہار حضرت نوشہ گنج بخشؒ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے۔ جس کو پنجابی زبان کے معروف شاعری ہاشم شاہ تھر پالوی نے 1209ھ بمطابق 1794ء میں ترتیب دیا۔ جس کا اظہار ہاشم شاہ نے خود یوں کیا ہے۔

چو ہاشم ایں روش اظہار بنمود   ہزار و دو صد و نہ سال مے بود[1]

ہاشم شاہ تھر پالوی

اصل نام محمد ہاشم، تخلص ہاشم، ولدیت حاجی محمد شریف، گاؤں جگد یو کلاں کے رہنے والے تھے۔ ڈاکٹر لاجونتی رام کرشن نے آپ کے والد کا نام قاسم شاہ لکھا ہے۔[2] مگر تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ نام درست نہیں قاسم شاہ ان کے بھائی کا نام تھا۔ ہاشم شاہ نے خود اپنے والد کا نام حاجی الحرمین حاجی محمد شریف تحریر کیا ہے۔[3] ڈاکٹر لاجونتی

-1 ہاشم شاہ تھر پالوی ؛ چہار بہار، مطبوعہ بہ اہتمام برق نوشاہی، بریڈفورڈ انگلستان، فروری 1979ء ص 62

-2 لاجونتی رام کرشن ڈاکٹر؛ پنجابی دے صوفی شاعر، مجلس شاہ حسین لاہور 1966ء ص 144

-3 ہاشم شاہ تھر پالوی، چہار بہار مذکورہ ص 62

رام کرشن [1] اور شمیم چوہدری [2] کی تحقیق کے مطابق ہاشم شاہ بڑھئی کا کام کرتے تھے۔ مگر اس کے پہلو بہ پہلو حکمت سے بھی لوگوں کی خدمت کرتے تھے۔

بقول مولا بخش کشتہ [3]، ڈاکٹر لاجونتی [4] اور شمیم چوہدری [5] ہاشم شاہ کی ولادت 1166 ہجری/ 1753ء کو موضع دیوکلاں ضلع امرتسر میں ہوئی جبکہ ماسٹر غلام نبی کے مطابق 1148 ہجری/ 1735ء کو مدینہ شریف میں پیدا ہونے والے ہاشم شاہ چار برس تھی میں اپنے والد کے ہمراہ جگد یوکلاں ضلع امرتسر آئے [6] اور یہاں سکونت اختیار کی۔ ابتداء میں تصوف کی تعلیم اپنے والد سے پائی۔ شاعری کا ملکہ فطری تھا۔ عربی، فارسی، ہندی، اردو اور پنجابی زبان پر عبور حاصل تھا۔ اسلیے انہوں نے ان زبانوں میں طبع آزمائی کی اور شہ پارے تخلیق کیے۔

بابا بدھ سنگھ [7] اور موہن سنگھ دیوانہ [8] نے ہاشم شاہ کو مہاراجہ رنجیت سنگھ کا درباری شاعر ظاہر کیا ہے۔ انسائیکلو پیڈیا میں بھی یہی بات درج ہے اور بتایا ہے کہ ہاشم شاہ کو درباری شاعر ہونے کی بنا پر مہاراجہ رنجیب سنگھ نے موضع تھرپال میں جاگیر عطا کی تھی۔ [9] مگر ڈاکٹر لاجونتی رام کرشن نے ہاشم شاہ کے درباری شاعر ہونے کی تکذیب کی ہے۔ [10] حقیقت بھی یہی ہے کہ ہاشم شاہ کے کسی بھی شعر اور

1- پنجابی دے صوفی شاعر ص144

2- شمیم چوہدری، پنجابی ادب وتاریخ، کشتہ اینڈ سنز لاہور 1962ء، ص177

3- مولا بخش کشتہ، پنجابی شاعراں دا تذکرہ، لاہور 1960ء ص 141

4- پنجابی دے صوفی شاعر ص144

5- پنجابی ادب وتاریخ ص117

6- ماسٹر غلام نبی، تذکرہ ہاشمیہ، شاد باغ لاہور س ن، ص15

7- بابا بدھ سنگھ پریم کہانی، پنجاب پریس، لاہور 1923ء

8- دیوانہ موہن سنگھ، پنجابی زبان دی مختصر تاریخ گیلانی پریس لاہور س ن

9- انسائیکلو پیڈیا فروز سنز 1968ء

10- پنجابی دے صوفی شاعر۔ ص145

بیان سے اس مفروضع کی تصدیق نہیں ہوتی کہ ان کا کسی طور بھی رنجیت سنگھ کے دربار سے تعلق تھا۔

ہاشم شاہ بہت سی کتب کے مصنف ہیں۔ جدید تحقیق کے مطابق ان کی مندرجہ ذیل کتب سامنے آ چکی ہیں:

1- مثنوی ہاشم شاہ (فارسی مخطوطہ)، 2- دیوان ہاشم (فارسی مخطوطہ)، 3- بیاض ہاشم (فارسی مخطوطہ)، 4- کلیات ہاشم (فارسی مخطوطہ) ،5- قصائد (فارسی)، 6- غزلیات (فارسی مخطوطہ)، 7- مناجات، مدحیات (فارسی مخطوطہ) 8- زبدۃ الرمل (فارسی)، 9- مثنوی یوسف زلیخا (فارسی مخطوطہ)، 10- قصہ سسی پنوں (پنجابی)، 11- قصہ سوہنی مہینوال ،12- قصہ شیریں فرہاد، 13- قصہ ہیر رانجھا، 14- قصہ محمود شاہ غزنوی، 15- قصہ لیلیٰ مجنوں، 16- سی حرفیاں، 17- کافیاں، 18- دوہڑے، 19- ڈیوڑھے، 20- باراں ماہ، 21- فقر نامہ ،22- گیان پرکاش، 23- گیان مالا، 24- پنج گرنتھی، 25- راج بنسی (ہندی)، 26- چہار بہار (فارسی نظم ونثر ملفوظات نوشہ گنج بخشؒ)

علاوہ ازیں طب سے متعلق بھی آپ کی کچھ تصانیف بتائی جاتی ہیں۔

ہاشم شاہ نوشاہیہ سلسلے کے پیرو کار تھے۔ اس لیے حضرت نوشہ گنج بخشؒ سے دلی عقیدت وارادت رکھتے تھے۔ جس کا اظہار انہوں نے چہار بہار کے آغاز میں ان الفاظ میں کیا ہے:

چہ خوش میخانہ و مے گنج بخش ست　　　خودی و گمرہی را رنج بخش ست
ہر آنکو جُرعہ خورد از جامِ نوشہ　　　شدہ منصور از انعامِ نوشہ
بداں زیں گنج بخش اُو را بگویند　　　بیابند از سگانش آنچہ جویند
نگاہش مفلساں را زر بہ بخشید　　　ہزاراں مضغہا را پر بہ بخشید

اکبر کے دین الٰہی سے پیدا ہونے والے فتنوں اور بدعات نے نوشہ صاحبؒ کے عہد تک عوام کو متاثر کیے رکھا۔ آپ نے ان بد اثرات کو ختم کرنے میں اہم کردار ادا

کیا۔ ہاشم نے آپ کی ان دینی خدمات کا ذکر یوں کیا ہے:

چناں ایں عالم از بدعت بری کرد　　عروسِ فقر را زیور گری کرد
پرستندہ شریعت را چناں شد　　نہالِ دینِ احمد زو جواں شد
چہ کرد آں شہپری و در ہوا شد　　ہزاراں عارفاں را پیشوا شد
گذشت از عرصۂ ناسوت دلاہوت　　کہ از پرّ یدنش و اماند ملکوت
چناں آں آتش عشقش بزورست　　ہراساں زد دل مجنوں بگورست
چہ ابر رحمتش بارید بر عام　　بدریا طعن زن شد ہر یکے جام
نگاہِ صیقلِ نوشہ قلندر　　دلم را کرد آئینہ سکندر(1)

اسی طرح ہاشم شاہ نے چہار بہار کے آغاز میں مناجات نوشہ گنج بخشؒ میں تحریر کیا ہے:

اے سرِ لشکر شہنشہ محی الدیں عالی جناب　　درگروہِ عاشقانِ بے ریا آں آفتاب
تاجدارانِ جہاں پشت نگوں سر بر رکاب　　من گدا و بیکسم بے مایہ ام کن مستجاب
عرضِ من بہرِ خدا یا پیر نوشہ گنج بخشؒ (2)

اسی گہری عقیدت نے ہاشم شاہ سے ملفوظات نوشہ گنج بخشؒ مرتب کرائے۔ بقول ہاشم شاہ انہوں نے یہ فرمان معتبر کتب میں لکھے دیکھے۔ علاوہ ازیں اپنے بزرگوں سے بھی سنے تو ان کو مرتب کرنے کا خیال آیا۔ چنانچہ انہوں ے نہایت محبت و عقیدت سے یہ فرامین چہار بہار کے عنوان سے یکجا کیے۔ انہوں نے لکھا:

''بعد از نعت مجموعہ اہلِ اسلام و عرفان ایں فقیر احقر الزمان محمد ہاشم
ولد حضرت حاجی الحرمین حاجی محمد شریف میگویند کہ من در کتب معتبر
نوشتہ دیدم و از زبان گوہر فشان عالی شان بزرگان شنیدم کہ آن منبع

1- ہاشم شاہ تھرپالوی: چہار بہار مرتبہ شرافت نوشاہی، مطبوعہ مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان بہ اشتراک ادارہ معارف نوشاہیہ گجرات، 1984ء ص 12
2- چہار بہار۔ مرتبہ، شرافت نوشاہی ص 14

اسرار و حدیقۂ اذکار حضرت پیر محمد سچیارؒ چند سال بخدمتِ مرشد صاحبِ کمال در علم شریعت و طریقت ونشاندنِ نقشِ تصور از زبان گوہر فشانِ عالی شان حضرت گنج بخشؒ جیو تلقین یافت چنداں کہ اگر قلم براں جاری داشتے کتابخانہ بودے۔ پس ایں فقیر ازاں جواہرات دُر چیدہ بصندوقچہ نہاد۔ ازاں جملہ کلام مغز بر آورہ در کاغذ خورد مطلب بزرگ۔ سوال متعلّم و جواب معلّم بچہار سوال بوجہ احسن بقلم آوردہ۔ ایں نسخہ را چہار بہار نام نہاد۔"[1]

ہاشم شاہ نے جن منابع سے یہ ملفوظات حاصل کیے ان کا بالکل ذکر نہیں کیا۔ یہاں تک کہ کتب کے عنوان بھی ظاہر نہیں کیے۔ مگر ان کے بیان اور لہجے کی صداقت سے اس قدر یقین ضرور ہو جاتا ہے کہ ان کے پیش نظر ضرور ایسی کتب تھیں جن میں حضرت نوشہ گنج بخشؒ کے ملفوظات درج تھے۔ ہاشم شاہ نے حضرت نوشہ گنج بخشؒ کی وفات حسرت آیات کے تقریباً سو سال بعد یہ ملفوظات مرتب کیے۔ سلسلہ نوشاہیہ کی بنیادی کتب ہی سے اس امر کا سراغ ملتا ہے کہ علامہ رضی الدین کنجاہیؒ، قاضی خوشی محمد کنجاہیؒ، ملا کمال الدین کشمیریؒ اور سید صالح محمد گیلانیؒ جیسے نامور علماء وفضلا حضرت نوشہ گنج بخشؒ کے عقیدت مندوں میں شامل تھے۔ علاوہ ازیں آپ کے دونوں صاحبزادے حضرت برخوردارؒ اور حضرت ہاشم دریا دلؒ (جو ملاں عبدالحکیم سیالکوٹی کے شاگرد تھے) جو اپنے زمانے کے مستند علماء وفضلا میں شمار ہوتے تھے۔

مرزا احمد بیگ لاہوری نے جب رسالہ الاعجاز مرتب کیا تو قاضی رضی الدینؒ سے حضرت نوشہ گنج بخشؒ سے متعلق چند ایک معلومات لکھوا کر اپنے رسالے میں من وعن شامل کر لیں۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت نوشہ صاحبؒ کے باقی خلفاء نے بھی یہی روش اپنائی ہوگی۔ ہاشم شاہ کو ان خلفاء اور بزرگان کی تحریریں اور رسائل پڑھنے کا موقع ملا ہوگا اور ان سے یقیناً استفادہ کیا ہوگا۔ اس کے علاوہ ہاشم شاہ کا حضرت نوشہ گنج

-1 چہار بہار۔ مرتبہ، شرافت نوشاہی ص 20

بخشؒ سے روحانی تعلق دو وسیلوں سے تھا۔ کیونکہ ہاشم شاہ مرید تھے حضرت بخت جمالؒ کے اور وہ مرید تھے حضرت پیر محمد سچیارؒ کے جو حضرت نوشہ گنج بخشؒ کے مرید خاص تھے۔ اس طرح صرف ایک وسیلے سے ان کی رسائی حضرت پیر محمد سچیارؒ تک ہے، جن کے سوالات کے جوابات کے نتیجے میں حضرت نوشہ گنج بخشؒ کے یہ ملفوظات سامنے آئے۔ مگر افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بے حد کاوش کے باوجود ان میں سے کوئی کتاب بھی دستیاب نہ ہوسکی۔

چہار بہار کے خطی نسخے

اب تک تحقیق سے چہار بہار کے مندرجہ ذیل چار خطی نسخے دستیاب ہوئے ہیں۔

الف۔ چہار بہار (خطی) مملوکہ اکبر شاہ سجادہ نشین مزار ہاشم شاہ تھریال ضلع سیالکوٹ

ب۔ چہار بہار (خطی) مملوکہ ماسٹر غلام نبی محلّہ وسن پورہ لاہور

ج۔ چہار بہار (خطی) مملوکہ شرافت نوشاہی (مرحوم) ساہنپال تحصیل پھالیہ ضلع گجرات

د۔ چہار بہار (خطی) مملوکہ شرافت نوشاہی (مرحوم)

مطبوعہ نسخے

-1 چہار بہار، مرتبہ برق نوشاہی مرحوم مکتبہ نوشاہیہ
18۔ساؤتھ فیلڈ اسکوائر بریڈفورڈ لندن فروری 1979ء

اس نسخے میں صفحہ تین تا اڑتالیس مرتب کا لکھا ہوا دیباچہ ہے اور صفحہ 49 تا 133 چہار بہار کا اصل متن فارسی میں ہے۔ مرتب برق نوشاہی نے ہاشم شاہ کے متعلق دیباچہ پنجابی زبان و ادب کی مختلف تواریخ و تذکروں کے حوالوں سے لکھا ہے، جس میں بہت سی تاریخی اغلاط موجود ہیں۔ مثلاً

(i) ہاشم شاہ کو سکھ عہد کا شاعر ظاہر کرتے ہوئے سکھ عہد کو 1216 تا 1262 عیسوی [(1)] لکھا ہے۔ جبکہ سکھوں کا عہد 1216ھ سے 1267ھ تک ہے۔ جو عیسوی سن کے مطابق 1801ء سے 1850ء بنتا ہے۔ [(2)]

(ii) انہوں نے ہاشم شاہ کا سلسلہ نسب فاروقی صدیقی، گیلانی اور قریشی نسل سے جوڑا ہے۔ [(3)]

بلا شبہ انہوں نے یہ تمام حوالے مختلف کتب سے اخذ کئے ہیں۔ لیکن خود کوئی تحقیقی نتیجہ اخذ نہیں کیا اور یہ بھی نہیں بتایا ہے کہ ہاشم شاہ کا سلسلہ نسب کس سے ملتا ہے۔

(iii) ہاشم شاہ کے والد محترم کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے چالیس حج کیے تھے۔ [(4)] جو قطعاً قرین قیاس نہیں۔ البتہ ڈاکٹر فقیر محمد فقیر کی تحقیق درست معلوم ہوتی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ ہاشم شاہ کے والد نے سات حج کیے تھے۔ [(5)]

یہ نسخہ اکبر شاہ سجادہ نشین مزار ہاشم شاہ کے نسخے کی ہو بہو نقل ہے۔ برق نوشاہی مرحوم نے اس نسخے کی تدوین میں تحقیق وتنقید سے ذرا بھی کام نہیں لیا۔ اگر وہ ایسا کرتے تو اس نسخہ کی اہمیت بلاشبہ دو چند ہو جاتی۔ ایسا نہ کرنے کی وجہ شاید یہ ہو سکتی ہے کہ ان کے پیش نظر کوئی دوسرا نسخہ نہ تھا جس سے موازنہ کر سکتے۔

2- چہار بہار مرتب شرافت نوشاہی

یہ نسخہ مذکورہ خطی نسخہ ب مملوکہ ماسٹر غلام نبی کی نقل ہے۔ شرافت نوشاہی مرحوم نے اس نسخے کا خزائن الاسرار کے عنوان سے اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ پیش لفظ مدیر مرکز

1- چہار بہار؛ مرتبہ برق نوشاہی ص 3

2- اقبال صلاح الدین؛ تاریخ پنجاب، عزیز بکڈ پو لاہور 1974ء ص 453

3- چہار بہار مرتبہ برق نوشاہی ص 4

4- ایضاً

5- فقیر محمد فقیر: ککارے؛ پنجابی ادبی اکیڈمی لاہور 1963ء ص 1

تحقیقات فارسی ایران و پاکستان نے رقم کیا ہے جبکہ مقدمہ عارف نوشاہی کے فکر کا نتیجہ ہے۔ مرتب نے اس نسخہ کے آغاز میں صاحب ملفوظات حضرت نوشہ گنج بخشؒ اور مخاطب ملفوظات حضرت پیر محمد سچیارؒ اور ہاشم شاہ تھرپالوی کے متعلق مفید معلومات فراہم کی ہیں جو قابل تعریف کام ہے۔

متن کا تقابل

برق نوشاہی اور شرافت نوشاہی کے مرتب کیے ہوئے نسخوں میں بعض مقامات پر واضح تفاوت موجود ہے۔ مگر یہاں اس تفاوت کو ظاہر کرنا اور اغلاط کی نشاندہی کرنا ہمارا منصب نہیں۔ ہمارا مقصد تو حضرت نوشہ گنج بخشؒ کے فرامین کی روح تک پہنچنا ہے۔ اس لیے یہاں صرف دونوں مذکورہ نسخوں میں تفاوت کی طرف چند ایک اشارے کیے جاتے ہیں:

نسخہ مرتبہ شرافت نوشاہی	نسخہ مرتبہ برق نوشاہی
ص2 چہ باشی مرغ وہم آنجا چہ باشی	پر تراشی مرغ وہم آنجا چہ باشی ص51
کندِ تیغِ تحیّر پر تراشی	کند تیغ تحیّر پر تراشی
ص4 بغربت خانۂ دنیا پر آواز	بغربت خانۂ دنیا پُر آواز ص52
ترازین بہ نبا شد فرصتی باز	ترازین بہ نبا شد مرضی باز
ص4 بگو احوالِ دردِ دو جہاں را	بگو احوالِ دردِ دو جہاں را ص52
شہ لولاک تاج مرسلاں را	شہ لولاک تاج مرسلاں راہ
ص4 چوں تیغ راستی اقبالش آبیخت	چوں تیغ راستی اقبالش آمیخت ص52
فراش غفلت از کونین بگریخت	فراموش غفلت از کونین بگریخت
ص5 چہ گویم شانِ اقبالِ وجودش	چہ گویم شان آں اقبال و جودش ص52
بنائے ہستی از عکسِ وجودش	بنائے ہستی از عکس و وجودش

اس تفاوت لفظی کے علاوہ دونوں نسخوں میں متن کا بھی بین فرق ہے۔ برق نوشاہی صاحب کے نسخے میں بعض ایسے اشعار موجود نہیں جو شرافت صاحب کے نسخے میں موجود ہیں۔بعض مقامات پر نثری پیرا گراف میں بھی واضح فرق ہے۔ یہاں چند ایک کی نشاندہی کی جا رہی ہے۔شرافت صاحب کے مرتب کردہ نسخے میں یہ شعر موجود ہے:

میر اے فر در دانش مگس دار
دریں در ماندہ اند عنقائے بسیار (1)

برق صاحب کے نسخہ میں یہ شعر غائب ہے۔ یوں ہی نثر میں بھی فرق ہے۔ مثلاً نسخہ شرافت نوشاہی:

ایں بصارت کہ در دیدۂ آب وگل است ۔آب وگل رامے بیند وآں بصارت کہ در دیدہ ہوش است ۔حقائق اشیاء را بیند چوں بکثرت دلیل وحدت واشود۔ بریں بصارت اعتبار نماندہ۔ (2)

نسخہ برق نوشاہی:

آں بصارت کہ در دیدۂ ہوش است ۔ چوں بکثرت دلیل وحدت وا شود۔ بریں بصارت اعتبار نماند۔ (3)

بلا شبہ دونوں نسخوں میں متن کا فرق موجو د ہے۔لیکن اس کے باوجود کتاب کی صحت پر کوئی بُرا اثر نہیں پڑا۔اس تفاوت کی ایک بڑی وجہ یہ سمجھ آتی ہے کہ ان دونوں نسخوں میں کوئی ایک بھی ہاشم شاہ کے اپنے ہاتھ کا مخطوطہ نہیں بلکہ دوسرے لوگوں کی تحریر ہے۔ یہ امر اظہر من الشّمس ہے کہ جب ایک مخطوطہ سے دوسرا مخطوطہ تیار کیا جائے تو اغلاط کا امکان رہتا ہے۔اس لیے مذکورہ دونوں نسخوں میں تفاوت کا

1- چہار بہار مرتبہ شرافت نوشاہی ص 3
2- ایضاً ص 123
3- چہار بہار مرتبہ برق نوشاہی ص 131

ہونا کوئی خاص اہمیت نہیں رکھا۔ تاہم شرافت نوشاہی نے جونسخہ مرتب کیا ہے وہ برق نوشاہی کے مرتب کیے ہوئے نسخہ سے کئی ایک اعتبار سے بہتر ہے۔ اس لیے ہم نے متنی حوالوں کے لیے اسے ہی معتبر جانا ہے۔

چہار بہار کی ترتیب

ہاشم شاہ تھر پالوی نے فارسی زبان لکھے گئے اس نسخے کو میں چار (ابواب) میں تقسیم کیا ہے۔ پہلا حصہ شریعت، دوسرا طریقت، تیسرا حقیقت اور چوتھا معرفت۔

ان چار ابواب کی بنا پر اس کتاب کا نام چہار بہار رکھا گیا ہے۔ حضرت پیر محمد سچیارؒ سوال کرتے ہیں اور حضرت نوشہ گنج بخشؒ جواب دیتے ہیں۔ یوں یہ کتاب پایہ تکمیل کو پہنچتی ہے۔

شریعت کے باب میں چار سوال ہیں۔ جو طویل ہیں۔ ان کے جواب بھی مفصل اور وضاحت سے ہیں۔ طریقت کے باب میں بارہ سوال ہیں۔ حقیقت کے باب میں کل آٹھ سوال ہیں۔ ان سوالات و جوابات میں بے حد تفصیل اور وضاحت ہے۔ اس لیے کہیں بھی تشنگی کا احساس نہیں ہوتا۔

چوتھے باب میں سب سے زیادہ سوالات ہیں۔ جن میں زیادہ تر معرفت سے متعلق ہیں۔ اگر چہ اس باب میں دیگر ابواب کے مقابلہ میں زیادہ سوالات ہیں۔ مگر ان ستانوے سوالات میں اختصار کے باوجود بے حد جامعیت ہے۔ جن کو پڑھ کر حضرت نوشہ گنج بخشؒ اور حضرت پیر محمد سچیارؒ کے علم اور ذہانت کی داد دینا پڑتی ہے۔

چہار بہار کے مضامین

<u>پہلی بہار:</u> یہ بہار شریعت سے متعلق ہے۔ اس میں دنیا کی بے ثباتی، فریب دنیا سے محفوظ رہنے کی نصیحت، ذکر اور فکر میں مشغول رہنے کی وجہ، معرفت اور عقل کا

آپس میں تعلق ، خیال یعنی تصور کا قائم کرنا ، دنیا کے جھنجھٹ سے نجات پانا ، انسان کے اشرف المخلوقات ہونے کا سبب ، انسان کے عیوب کی نشاندہی اور دنیاوی لذتوں سے پرہیز جیسے مضامین پیش کئے گئے ہیں۔

دوسری بہار: اس میں طریقت کا بیان ہے۔غفلت کا پردہ دور کرنا ، انسانی جسم میں خیر اور شر کی قوتوں کی پہچان، نفس پر قابو پانا، تقدیر کے ضمن میں راضی بررضا رہنا، دنیا کی حقیقت، دنیا کو ترک، دنیا کی محبت، محبت کی صورت اور نشان، اس سے بچنے کی تلقین، دعویٰ اور اسکی حیثیت، دعویٰ سے بچنے کی نصیحت، دل کی حقیقت اور دل کی مختلف حالتوں کا بیان، خیال کی حقیقت، شعور ذات کا طریقہ، بصارت اور بصیرت کی آنکھیں، دل اور دل کو آئینہ بنانے کے طریقے، سچائی کی حقیقت ، صبر کی حقیقت ، صدق اور یقین کی حقیقت اور پرہیز گاری کی حقیقت جیسے مضامین اس بہار میں شامل ہیں۔

تیسری بہار: اس باب میں حقیقت کا بیان ہے۔اس باب میں نوشہ گنج بخشؒ نے جو مضامین بیان کیے ہیں اُن میں جہان ،طلسم کی ایک قسم ، دنیا ایک خواب ہے، دنیا اور آخرت کا موازنہ، دنیا کی اصل حقیقت ، اپنی ہستی کو مٹانا، دنیا داروں کی نندیا، درویشی کا کام ،نیستی کا نقش پختہ کرنے کی تلقین ،مردہ اور زندہ کا فرق ، ہمہ از اوست کا سبق ،فقر کے قوانین ، ہمہ از اُوست کی حقیقت ، نیک اعمال کی تلقین ،سلوک کی منزلیں طے کرنے کے طریقے ، ہمہ از اُوست کا تصور پختہ کرنا ،قسمت پر شاکر رہنے کا فلسفہ، درویشوں کے کلام سے فائدہ حاصل کرنے کی نصیحت، گناہ کی حقیقیت اور اصلیت جیسے مضامین قابل ذکر ہیں۔

چوتھی بہار: اس باب میں معرفت کا بیان ہے۔ اس میں نوشہ صاحبؒ نے اپنے مرید خاص پیر محمد سچیارؒ نوشہروی کے سوال کے جواب میں ہمہ اوست کی حقیقت، ہمہ اوست کا درجہ، وحدت کا کثرت میں ظہور اور کثرت میں سے وحدت کی تلاش ، توحید کی اصل ،توحیدی خیال کی مشق ، ذات کی حقیقت وغیرہ سے متعلق تفصیلی بحث کی

ہے۔ اس باب کے آخر میں پیر محمد سچیارؒ نے تقریباً چھیانوے مختصر سوالات پوچھے ہیں۔ حضرت نوشہ گنج بخشؒ نے ان کے جوابات نہایت جامع مگر مختصر طور پر دیئے ہیں۔ ان سوالات و جوابات میں جہاں اختصار کی صفت پیدا ہوئی ہے، وہاں اپنے اندر معرفت کا بیش قیمت خزانہ بھی رکھتے ہیں۔ یہ سوالات اور ان کے جوابات اپنی گہرائی اور گیرائی کے باعث معرفت کی بہت سی کتب پر بھاری ہیں۔

چہار بہار کی اہمیت

صوفیائے کرام کے ملفوظات کو ہر دور میں دو اعتبار سے بہت اہمیت حاصل رہی ہے۔ اوّل ان کی ذاتی زندگی دوم ان کی تعلیمات۔ ان کی زندگی کے حوالے سے ان کے دور کی سماجی، معاشرتی اور سیاسی حالات کا بھی جائزہ لیا جا سکتا ہے۔ مگر چہار بہار ان پہلوؤں کے علاوہ کئی ایک حوالوں سے اہمیت کی حامل ہے۔

(الف) اس کتاب کی بدولت پہلی بار حضرت نوشہ صاحبؒ کے تصوف سے متعلق فرامین سامنے آئے ہیں۔ جن سے پتا چلتا ہے کہ نوشہ صاحبؒ کس قدر بلند مرتبہ عالم تھے نیز چہار بہار کے علاوہ ان کے بے شمار ملفوظات ہونگے جو زمانے کی دستبرد سے محفوظ نہ رہ سکے۔

(ب) اس کتاب کے ذریعے اس حقیقت کا بھی انکشاف ہوا کہ نوشہ صاحبؒ نے ہندوستان کے علاوہ بیرونی ممالک کا سفر بھی اختیار کیا تھا۔ آپ نے کچھ عرصہ مصر کی سیر و سیاحت کی اور وہاں ایک مسجد میں چلہ کش رہے۔ یوں ہی کشمیر کے حالات کے بیان سے پتا چلتا ہے کہ آپ نے کشمیر کی سیاحت کے دوران لوگوں کو نیک اعمال کرنے کی تلقین بھی ضرور کی ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ پنجاب کے بعد کشمیر اور افغانستان میں سلسلہ نوشاہیہ کی بہت اشاعت ہوئی۔

(ج) تیسرا اہم پہلو یہ ہے کہ اس کتاب کے ذریعے ہاشم شاہ کا وہ بہت سا فارسی

کلام سامنے آیا ہے جو ایک عرصے سے گوشہ گمنامی میں تھا۔ اس کلام سے ہاشم شاہ کی علمیت، تصوف سے لگاؤ، اور صوفیانہ نظریات کا سراغ ملتا ہے۔ خاص طور پر وہ اشعار اپنی مثال آپ ہیں جو حضرت نوشہ گنج بخشؒ کے فرامین کا منظوم ترجمہ ہیں۔

(د) زبان اور بیان کے اعتبار سے یہ کتاب فارسی ادب میں گرانقدر اضافہ ہے۔ خاص طور پر صوفیانہ ادب میں اس کا خاص مقام ہے۔ کیونکہ اس کتاب میں تصوف کے وہ اسرار ورموز درج ہیں جو حضرت نوشہ صاحبؒ نے ارشاد فرمائے ہیں۔ جن کے بیان کرنے کا انداز سادہ، عام فہم اور دلچسپ ہے۔ جو اُس دور کے صوفیاء کے ہاں مفقود ہے۔
حضرت نوشہ گنج بخشؒ کی مانند اُس عہد کے کسی صوفی نے ہمہ اوست اور ہمہ ازاوست کے مسئلہ پر کھل کر بات نہیں کی۔ اکثر صوفیاء نے اس مسئلے کو نہیں چھیڑا۔ جنہوں نے لکھا ہے بے حد اختصار سے لکھا ہے۔

(ہ) حضرت نوشہ گنج بخشؒ کے ان ملفوظات سے ہمیں ان کا اردو اور پنجابی کلام سمجھنے میں بے حد مدد ملتی ہے۔

(و) اس کتاب کے مطالعے سے پتا چلتا ہے کہ حضرت نوشہ گنج بخشؒ نے بے شک اپنے مرید خاص پیر محمد سچیارؒ کو مخاطب کیا ہے لیکن آپ کے یہ فرمودات بے شمار مریدوں اور سالکین کے لیے چشمہ ہدایت ثابت ہوئے۔ چنانچہ حضرت نوشہ صاحبؒ کے مریدوں نے ذاتی کاوشوں سے فرمودات کی اس شمع ہدایت کو دور دراز تک روشن کیا اور اسی کی روشنی میں اس سلسلے کے درویش ہر دور میں اسلام کی سر بلندی اور لوگوں کی راہنمائی کے لیے بے مثال خدمات انجام دیتے رہے ہیں۔

چہار بہار کا فکری پہلو

چہار بہار میں درج ملفوظات میں حضرت نوشہ صاحبؒ کا انداز معلمانہ ہے۔ وہ اپنے مرید کے سوالات نہایت غور سے سنتے ہیں۔ پھر ہمدردانہ لہجے میں ان کے جوابات دیتے ہیں۔ اور اپنا نقطہ نظر واضح کرنے کے لیے تفصیل سے کام لیتے ہیں بلکہ شیخ سعدیؒ کی مانند مختلف حکایات و روایات کے ذریعے اپنے مطالب کی وضاحت کرتے ہیں تاکہ سوال کرنے والا ان کا مکمل ادراک کر سکے اور تسلی و تسکین سے ہمکنار ہو۔ حضرت نوشہ گنج بخشؒ کے انداز میں کہیں بھی جذباتیت غالب دکھائی نہیں دیتی بلکہ تعقل اور علم کا حسین امتزاج ہے۔ حضرت پیر محمد سچیارؒ جوں جوں سوال کرتے جاتے ہیں حضرت نوشہ گنج بخشؒ کے لہجہ میں توں توں نرمی، ہمدردی، وضاحت اور گھلاوٹ پیدا ہوتی جاتی ہے۔

چہار بہار کا پہلا حصہ شریعت کے بیان میں ہے۔ جن میں امر و نہی کی پابندی پر زور دیا گیا ہے۔ پیر محمد سچیارؒ نے اپنے سوال کے ذریعے اس حقیقت کو جاننا چاہا ہے کہ انسان صرف دنیاوی لالچ کی خاطر عاقبت کو کیوں بھول جاتا ہے۔ اور شریعت کے قوانین سے کیوں منہ موڑ لیتا ہے؟

نوشہ گنج بخشؒ جواب میں فرماتے ہیں کہ بلاشبہ دنیا ایک عارضی مقام ہے اور آخرت کے سفر پر ہر ایک روانہ ہوتا ہے۔ یہ فطرت اور قدرت کا قانون ہے مگر انسان کی فطرت ہے کہ وہ نظر آنے والی شے پر یقین رکھتا ہے۔ کیونکہ وہ اس سے فوراً نفع یا نقصان حاصل کر لیتا ہے۔ جہاں تک آخرت کا تعلق ہے، بلاشبہ اس کا مزا اور عذاب دونوں ہماری مادی زندگی سے مختلف ہیں۔ انسان کو ان کا قطعاً ادراک نہیں۔ اس لیے وہ کم ظرف بن جاتا ہے اور اپنے عارضی فائدے یا لالچ کی خاطر ان تمام اصولوں کی حدیں پھلانگ جاتا ہے جو شریعت نافذ کرتی ہے۔ لیکن آخرت کے عذاب سے وہ کسی طور بچ نہیں سکتا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے بیماریوں کے اسباب تلاش کرنے اور ان کے علاج معالجے کے لیے لقمان، افلاطون اور جالینوس جیسے اجل حکیم پیدا کیے اسی طرح

انسان کی روحانی بیماریوں کے علاج کے لیے حکیم پیدا کیے ہیں۔ نوشہ گنج بخشؒ کے نزدیک وہ حکیم ''اللہ والے'' ہیں۔ جن کی صحبت میں رہ کر ان کے ارشادات پر عمل کر کے روحانی فائدے حاصل کیے جا سکتے ہیں:

''ہمچنیں جہت مریضانِ ہوس حکمائے اہل اللہ پیدا کرد و کلامِ شاں دوائے ایں درد۔''[1]

حضرت نوشہ گنج بخشؒ کے ارشادات کے مطابق دنیا کی چاہت کا زہر، تمام زہروں سے مختلف ہے۔ یہ ایک سانپ ہے جس کی شکل وصورت دیگر سانپوں سے جدا ہے۔ اس کے زہر کا مریض اسی سے علاج کا خواہاں ہے۔ اس لیے فرماتے ہیں:

سمیت ایں راقمہ از ہمہ زہر ہائے مشہورہ وصورت ایں حیۂ از جملہ افاعی معروفہ دگر گوں است کہ گزیدہ ایں بے ایں کالینو بہر صورت ورنجور ایں جز ایں مسرور نمی شود۔ ومجروح ایں نیز معاذ والتیام از یں جوید۔''[2]

حضرت نوشہ گنج بخشؒ دنیاوی لالچ رکھنے والے بندے کی مثال اس بھیڑ سے دیتے ہیں جو قصاب کے ہاتھوں میں چھری دیکھ کر بھی خوفزدہ نہیں ہوتی۔ محض یہ سوچتی ہے کہ قصاب نے صرف اس کی اون اتارنے کے لیے چھری پکڑی ہوئی ہے۔ قصاب جب اس کے گلے پر چھری رکھ دیتا ہے تب بھی وہ یہی سوچتی ہے کہ قصاب اس کا دشمن نہیں ہے۔ دنیا کا لالچی بندہ اپنے لالچ کی وجہ سے موت کے منہ میں چلا جاتا ہے اور لقمہ اجل بن جاتا ہے۔ بااین ہمہ دنیا داروں کے دل میں دنیاوی لالچ، موت اور آخرت کا خوف پیدا ہونے نہیں دیتا۔ بلکہ دنیا کی زندگی کا مزید لالچ و ہوس پیدا کرتا ہے۔ جس کے نتیجے میں بندہ موت کو بھول جاتا ہے اور لالچ کی دلدل میں دن بہ دن دھنستا چلا جاتا ہے اور ایک دن یہی دنیاوی لالچ اس کی موت کا باعث بن جاتا ہے۔

1- چہار بہار مرتبہ شرافت نوشاہی ص 23

2- ایضاً

حضرت نوشہ صاحبؒ کا خیال ہے کہ بیماریاں، انسان کو اسکی آخرت یاد دلانے کیلئے آتی ہیں۔ لیکن وہ ان ظاہری بیماریوں کے علاج معالجے میں مصروف ہو کر زندگی لمبی کرنے کے لالچ میں مبتلا ہو جاتا ہے وہ ان بیماروں سے سبق حاصل نہیں کرتا۔ آہستہ آہستہ وہ اس قدر غفلت کا شکار ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر وفکر کو فراموش کر بیٹھتا ہے۔ چنانچہ جو شخص یادِ خدا سے محروم ہو جاتا ہے، اس کے لیے شریعت کی پابندی کوئی معنی نہیں رکھتی۔ چنانچہ ضروری ہے کہ انسان ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر اور فکر میں مشغول رہے اور قناعت اختیار کرے۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر اور فکر میں مشغول رہنے سے انسان کے دل میں سکون کی دولت پیدا ہوتی ہے۔ نیز وہ ہمہ اقسام کی برائیوں سے محفوظ رہتا ہے۔

نوشہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ بزرگانِ دین نے ذکر وفکر کے جو مختلف شغل اپنائے وہ سب اس لیے نہیں تھے کہ ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے بلکہ یہ شغل انہوں نے اس لیے اپنائے تھے کہ ان کا وقت کسی بیہودہ شغل میں نہ گزرے اور وہ گمراہ نہ ہو جائیں۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کا تعلق کسی خاص ذکر اور فکر سے نہیں ہے بلکہ عقل سے ہے۔ عقل ہی ایک ایسی نعمت اور بے مثال دولت ہے جس کے باعث انسان کو ساری مخلوق پر فضیلت اور برتری حاصل ہے۔ کیونکہ عقل ہی وہ واحد ذریعہ ہے جس کی بدولت انسان اپنے خالق و مالک کو پہچانتا ہے۔ اس لیے عقل کے بغیر خدا شناسی یا معرفت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ بے شعور یا فاتر العقل انسان کے لیے شریعت کی پابندی لازم نہیں۔ قرآن پاک کی یہ آیت اسی بات کی دلیل ہے:

"يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا لاَ تَقْرَبُو الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حتّٰى تَعْلَمُوا مَا تَقُوْلُوْنَ" (1)

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو نماز کے نزدیک نہ جاؤ جب تم نشے کی حالت میں ہو یہاں تک کہ تمہیں پتا ہو کہ تم جو کہہ رہے ہو اسے سمجھتے ہو۔

1- القرآن پارہ 5 سورۃ النساء آیت 43

اس آیت سے ثابتس ہوتا ہے کہ شریعت کی پابندی صرف عقل وشعور رکھنے والوں پر ہوتی ہے۔حضرت نوشہ گنج بخشؒ فرماتے ہیں کہ عقل خدادادنعمت ہے۔لیکن جب تک انسان اپنے ہوش کو دنیا کی طرف سےفراموش نہ کر لے اوراسے وحدت کے سمندر میں غوطہ نہ دے لے،اپنے خالق کی''الوہیت''اوراپنی''عبودیت'' کی حقیقت کو سمجھ نہ لے،اس وقت تک کسی ذکراورفکر کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔کیونکہ جب تک انسان اپنے معبوداوراپنی ذات کے مابین فرق کوسمجھنے سے قاصر ہےاس کی عبادت اور ذکروفکر کچھ معنی نہیں رکھتے۔

نوشہ صاحبؒ کےخیال میں''حقیقتِ ازلی'' کی شناخت کےبغیر بزرگان دین کی مانند ذکراورفکر میں مشغول ہو جانا بالکل اس بہروپیے کی طرح ہے جواپنا دم حبس تو کر لیتا ہےلیکن اسے روحانی روشنی حاصل نہیں ہوتی۔اسکی بڑی وجہ یہ ہے کہ ایسے لوگوں کا ذکروفکر میں مشغول ہونا کسی مقصد کےحصول کے لیےنہیں ہوتا۔ان کے سامنےصرف یہی لالچ ہوتا ہے کہ دنیا کےلوگ انہیں بھی بزرگان دین کی طرح بزرگ سمجھیں۔ان کی طرح عزت اوراحترام دیں۔حالانکہ ان کا اول اورآخر دنیا ہی ہوتی ہےجس کے پیچھے وہ آنکھیں بندکر کے دن رات بھاگتے ہیں۔ان کے سامنےکوئی منزل ہوتی ہےنہ ہی وہ کسی منزل کاتعین کرنے کےاہل ہوتے ہیں۔ایسےلوگوں کی مثال کوہلو کےبیل کی طرح ہے،جس کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوتی ہےاور وہ دنیا و مافیہا سے بے نیاز کوہلو کے گرد گھومتا رہتا ہے۔اگر وہ سو برس بھی کوہلو کے گرد چکر کاٹتا رہےتب بھی وہ وہیں کا وہیں رہے گا۔اس کی محنت سے پیدا ہونے والےتیل سے دوسرےلوگ فائدہ اٹھالیں گےمگر اسےخود کچھ حاصل نہیں ہوگا۔بالکل اسی طرح دنیاوی دولت کے لالچ میں اندھے ہوکر بیوی بچوں اور دیگر رشتے داروں کے لیے دنیا کا مال اور دولت اکٹھی جاسکتی ہےجس کی آخرت میں کوئی حقیقت اوراہمیت ہےنہ ہی کوئی فائدہ۔نوشہ صاحبؒ فرماتے ہیں:

''حلاّج حُبِ دنیاودنیاحلاّج خانہ است،کہ پردۂ غفلت بر ہوش وگوش و

برچشم ظاہری و باطنی و برحواس خمسہ انداختہ وزنجیر دعویٰ در گردن انداختہ
شدہ است۔ گرد خود میگر اند تا از حُبِّ دنیا نگر یزد و حواس خودرا از پردۂ
غفلت بیروں نکند۔ راہِ راست نخواہد دید۔"(1)

اس طویل مضمون کو حضرت نوشہ صاحبؒ نے یوں اختصار کیساتھ بیان کیا ہے:

"اگر ذوقِ منزل مراد داری، خودرا ازیں کمندِ دنیا خلاص کن و پردۂ
غفلت از خود دُور کُن۔ ہماں وقت راہ راست خواہی دید و بمنزل خواہی
رسید۔"(2)

انسان اگر غفلت کا پردہ چاک کر دے تو وہ خدا شناس بن سکتا ہے۔ اسی اعلیٰ صفت کی بنا پر انسان کو تمام مخلوقات پر فوقیت اور برتری حاصل ہے۔ انسان کا اعزاز ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْم (3)

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ انسان کا رتبہ اس قدر اعلیٰ و ارفع ہے تو پھر وہ بعض اوقات ان رفعتوں سے پستیوں میں کیوں گر جاتا ہے۔ درندہ اور جانور کیوں بن جاتا ہے۔ زلتوں اور رسوائیوں کی کالک اپنے نورانی چہرے پر کیوں پوت لیتا ہے۔ اس موضوع پر حضرت نوشہ گنج بخشؒ نے کھل کر بحث کی ہے۔ کہ "انسان" کو سمجھنے کے لیے گہری نظر کی ضرورت ہے۔ بظاہر ہر کوئی انسان ہی دکھائی دیتا ہے۔ حضرت نوشہ صاحبؒ کا ارشاد ہے کہ صرف گوشت پوست اور ہڈیوں کے مجموعے کا نام انسان نہیں۔ بلکہ انسان کے مختلف درجے ہیں۔

1- چہار بہار مرتبہ شرافت نوشاہی ص 30

2- ایضاً

3- القرآن پارہ 30 سورۃ التین، آیت 4

اصل انسان وہ ہے جس کی شان میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آیات نازل فرمائی ہیں۔ ان آیات مبارکہ میں انسان کی شناخت بیان کی گئی ہے۔ ایسے انسان کو ''اللہ والا'' کہا جا سکتا ہے۔ جو ہر قسم کے حرص و ہوس، آرزو لالچ، ریا اور فریب سے پاک ہوتا ہے۔ دنیا کی رنگینیاں اور انواع و اقسام کی لذتیں اس کے پائے استقلال میں لغزش پیدا نہیں کر سکتیں۔

حضرت نوشہ صاحب نے اس امر کی وضاحت کے لیے ایک واقعہ بیان کیا ہے جو انہیں مصر کی سیاحت کے دوران پیش آیا تھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں مصر کی ایک مسجد میں بیٹھا ہوا تھا۔ مسجد کے قریب ہی ایک سوداگر کا محل تھا۔ اچانک میری نظر محل کی ایک کھڑکی پر پڑی۔ کھڑکی میں سوداگر کی بیٹی کھڑی تھی۔ جس کا حسن و جمال بیان سے باہر تھا۔ میں اس کے حسن بے مثال کے متعلق سوچ ہی رہا تھا اتنے میں ایک خضر صورت بزرگ میرے قریب آئے اور مجھے نصیحت فرمائی:

> ''اے درویش! ایں شربت زہر آلود، منوش کہ بے نوش است و خویش را ریش ازیں نیشِ بدکیش، ممکن کہ پیش تو زبوں خواہد آمد، درایں خواب خرگوش بیہوش ست۔ (1)''

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ بزرگان دین نے ہمیشہ دنیاوی لذتوں سے منہ موڑا ہے۔ ہر قدم پر نفس امارہ سے رشتہ توڑا ہے اور رب کریم و ذوالجلال والاکرام سے ناطہ جوڑا ہے۔ اسی لیے ان کو بلند درجے عطا ہوئے۔ امام اعظمؒ کے متعلق مشہور ہے کہ جب امام ابو یوسفؒ نو برس کی عمر میں علم حاصل کرنے کے لیے آپ کے پاس آئے تو آپ نے ان کی خوبصورتی سے متاثر ہو کر پڑھانے سے صاف انکار کر دیا۔ لیکن جب اس بات کا یقین ہو گیا کہ امام ابو یوسفؒ ان کے بعد صحیح معنوں میں ان کے جانشین ثابت ہوں گے تو پھر پڑھانے پر رضامند ہوئے۔ آپ نے قاعدہ لکھ کر امام ابو یوسفؒ

1- چہار بہار مرتبہ شرافت نوشاہی ص 34

کو دیا اور فرمایا کہ سبق پڑھنے کے لیے میرے سامنے نہ آنا۔ ہمیشہ میرے عقب میں بیٹھنا اور قاعدہ پہلو میں رکھ کر پڑھنا۔ روایت ہے کہ امام ابو یوسفؒ اکیس برس کی عمر تک اسی انداز سے علم حاصل کرتے رہے۔ ایک دن امام اعظمؒ نے پہلو میں رکھی ہوئی کتاب پر داڑھی کا سایہ دیکھا تو پوچھا۔ ابو یوسفؒ تمہارے پاس دوسرا شخص کون بیٹھا ہے۔ انہوں نے عرض کیا حضور میں اکیلا ہوں۔ میرے علاوہ کوئی دوسرا شخص یہاں موجود نہیں۔ داڑھی کا سایہ جو آپ دیکھ رہے ہیں وہ میری داڑھی کا ہے۔ اس وقت امام اعظمؒ نے ان کو اپنے سامنے آنے کی اجازت دے دی۔

اسی طرح نوشہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ انہوں نے دریائے نیل کے کنارے ایک دوریش کو دیکھا۔ جس نے اپنے اوپر کھانا پینا حرام کر رکھا تھا، کہ خمار گندم سے پیدا ہونے والے غنودگی ، اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کر دیتی ہے۔ اس ساری بحث کا نتیجہ حضرت نوشہ گنج بخشؒ کے اس قول سے ظاہر ہوتا ہے۔

''برفقیر ازیں چنیں لذات وشہوات حرام باید شد۔ تا فقیر سالک شود و الاّ زخام وریا کارست۔ [1]''

مقصود یہ ہے کہ انسان اس وقت کامیاب انسان بنتا ہے جب وہ شریعت کی سختی سے پابندی کرتے ہوئے اپنے آپ کو اس قابل بنالے کہ دنیاوی جاہ وجلال ، لذت وشہوات اس کے نزدیک کوئی حیثیت وحقیقت نہ رکھیں۔ تصوف کے ایک سالک کے لیے سب سے پہلا درس ہی یہی ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کے حصول اور عمل کرنے پر برس ہا برس بیت جاتے ہیں۔ جو سالک یہ درس حاصل کر لیتا ہے اور عمل بھی۔ وہ صحیح معنوں میں کامیاب انسان بن جاتا ہے۔ پھر اس کے لیے طریقت کی منزل پر پہنچنا آسان ہو جاتا ہے۔ بقول حضرت نوشہ گنج بخشؒ ''طریقت کی منزل میں وہی سالک کامیاب ہوسکتا ہے جو اپنے نفس پر قابو پالیتا ہے۔''

1- چہار بہار مرتبہ شرافت نوشاہی ص 37

نفس کیا ہے اور اسکی کون کون سی مختلف حالتیں ہیں؟ اس کے متعلق صوفیائے کرام کا قول ہے کہ نفس کی تین حالتیں ہوتی ہیں۔نفس کا اصل مقام تحت السرہ ہے مگر اس کا تعلق پورے جسم سے ہوتا ہے۔جسم میں جس قدر بھی خیر اور شر کی خصلتیں جنم لیتی ہیں۔سب نفس کے باعث ہوتی ہیں اور نفس کی تین حالتیں ہیں:

نفس امّارہ - نفس لوامہ - نفس مطمئنہ

عام طور پر ہر انسان کے دل میں خیر اور شر کی جنگ جاری رہتی ہے،جس کی وجہ سے انسان کبھی نیکی پر آمادہ ہو جاتا ہے اور کبھی برائی کی طرف راغب ہو جاتا ہے۔یہ سب کچھ نفس کی بدلتی ہوئی حالتوں کے سبب ہوتا ہے۔اگر نفس مکمل طور پر سرکش ہو کر انسان کو ہر وقت برائی کی طرف مائل رکھے اور نیکی کی طرف کبھی بھی جھکنے نہ دے تو اس حالت کو نفس امّارہ کہتے ہیں۔اور اگر کبھی یہی نفس غالب اور مغلوب ہو تو اس حالت کو نفس لوّامہ کہتے ہیں اور اگر انسان نفس امّارہ پر مکمل طور پر قابو پالے اور برائیوں سے بچا رہے تو اسے اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے،اس حال کو نفس مطمئنہ کہتے ہیں۔سالک یا صوفی دراصل نفس مطمئنہ کا مالک ہوتا ہے۔نفس امّارہ پر کس طرح قابو پایا جا سکتا ہے، اس ضمن میں حضرت نوشہ صاحبؒ نے خوبصورت تمثیلی انداز میں نہایت باریک نقاط واضح کیے ہیں۔وہ تمثیل یوں بیان فرماتے ہیں:

> ''کسی شہر کا حاکم بے حد نیک اور فرشتہ سیرت تھا۔اس کا شہر بھی بے حد خوبصورت اور قابل دید تھا،مگر اسکی رعایا گندی اور بری خصلتوں والی تھی۔ ہر روز کسی نہ کسی علاقے میں فتنہ وفساد برپا رہتا تھا۔شہر کا حاکم اور اس کا لشکر روز روز کے فتنہ وفساد سے بے حد تنگ تھا۔حاکم نے اپنے قلعہ میں بڑا خوفناک اور خونخوار کُتا رکھا ہوا تھا۔وہ لوگوں کو ڈرا کر اور کاٹ کر بہت خوش ہوتا تھا۔وہ کسی کا فائدہ ہوتے دیکھ کر ناراض ہوتا تھا۔بے حد حریص اور لالچی کُتا تھا۔وہ ہر وقت بھوک اور پیاس کی وجہ سے بیقرار رہتا تھا،بھوک کی

وجہ سے اسے نیند نہ آتی تھی۔ چنانچہ کبھی بدخصلت رعایا رات کو قلعے پر حملہ کرتی تو کُتا بھونک بھونک کر حاکم اور لشکر کو خبردار کر دیتا۔ لشکری ڈٹ کر رعایا کا مقابلہ کرتے اور رعایا کو پسپا ہونا پڑتا۔ یوں قلعہ بدخصلت رعایا کے ہاتھوں محفوظ رہتا۔ اس طرح طویل عرصے تک حاکم اور رعایا کے درمیان یہ جنگ جاری رہی۔ مگر کسی کا پلہ بھاری نہ ہوا۔

ایک دن حاکم کو اپنے وفادار کُتے پر ترس آیا۔ اس نے لذیذ قسم کے کھانے پکوا کر کُتے کے سامنے رکھے۔ کُتے کو ایک طویل مدت کے بعد پیٹ بھر کر کھانے کو ملا تھا۔ خوب کھایا۔ یہاں تک کہ اس پر غنودگی طاری ہوگئی اور حملہ آوروں کا بھی خیال نہ رہا۔ حاکم اور اس کے لشکری بھی بدخصلت رعایا کے حملے سے بے خبر رہے۔ رعایا نے قلعہ پر حملہ کر دیا اور قبضہ کر لیا۔ حاکم کو قید اور لشکر کو ذلیل و رسوا کیا۔''[1]

حضرت نوشہ گنج بخشؒ کی اس تمثیل میں شہر سے مراد انسانی جسم ہے۔ طمع، حرص، حسد، تکبر، کینہ، شہوت، خودغرضی، گمراہی، غفلت دعویٰ، محبت، عداوت، لذّت اور کدورت وغیرہ اس شہر کے بدخصلت باشندے ہیں۔ شہر کے نیک سیرت حاکم سے مراد ''روح'' ہے جس کی پاکیزگی اور بزرگی فرشتوں سے بڑھ کر ہے اس حاکم کے لشکری صبر، شکر، حیا، صاف دلی، کم کھانا، کم پینا، پرہیزگاری، محنت، سچائی، خداشناسی، بے ریائی، علم اور حلم ہیں۔ یہ اس کی عاجز اور مسکین فوج ہے۔ ظالم بھونکنے والا کُتا انسان کا نفس ہے۔ خداوند کریم کو پانے کے لیے ضروری ہے کہ ان سب باتوں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے نفس امّارہ کو کچلا جائے۔ بقول نوشہ صاحبؒ:

''اے عزیز! اگر حرمت و عزت خواہی باید کہ ایں دشمناں آبروئے خود نگہداری۔ سگِ نفس را آرام مدہ۔ و در خوش خواری خیرہ مکن کہ

1- چہار بہار مرتبہ شرافت نوشاہی ص 40

وبالِ برسرِ تو خواہد آمد و سیاہِ روح را جمعیت و عافیت بساز کہ وقتے
بکار خواہد آمد و مردانہ واصلِ خدا خواہی گشت۔''[1]

نفس امارہ کی مخالفت اور اس پر قابو پانے کا مضمون تقریباً ہر صوفی نے بیان کیا ہے۔ لیکن نفس امارہ پر کس طرح قابو پیا جا سکتا ہے۔ اس کی جس طرح حضرت نوشہ گنج بخش ؒ نے خوبصورت انداز میں وضاحت فرمائی ہے، ان کے ہم عصر صوفیائے کرام کے ہاں نہیں ملتی۔ اس ضمن میں آپ ایک اور خوبصورت تمثیل پیش کرتے ہیں:

''ایک خوبصورت باغ تھا۔ جس میں ہمہ اقسام کے پھل دار اور پھول دار درخت لگے ہوئے تھے۔ باغ کا مالی بے حد رحمدل اور عالم شخص تھا۔ وہ پودوں کی نگہداشت میں ہر وقت مصروف رہتا تھا۔ وہ کچھ پودوں کی بہت دیکھ بھال کرتا تھا تا کہ خوش ذائقہ پھل لگیں۔ مگر باغ میں کچھ ایسے درخت بھی تھے جن کے پھل کڑوے تھے۔ ایک دن مالی نے تمام کڑوے درختوں کو تلوار سے چھانٹ دیا۔ درخت ٹنڈ منڈ ہو گئے۔ پھر اس نے کچھ درختوں کے تنے چھیل کر میٹھے پھلوں کی پیوندکاری کی۔ درختوں نے اف تک نہ کی۔ خاموشی سے مالی کی مرضی کے مطابق تکالیف اور زخم برداشت کرتے رہے اور راضی بہ رضا رہے۔ یہاں تک کہ خزاں کا موسم گزر گیا اور چند برس بعد پیوندی درختوں کو رنگ برنگ کے پھول لگ گئے جن میں سے خوش ذائقہ پھل ظاہر ہوئے۔ پھر ہر طرف سے چرند پرند ان درختوں پر منڈلانے لگے۔ باغ میں بہار آ گئی۔ مالی نے ہر درخت کے نیچے ایک ایک رکھوالا بٹھا دیا تا کہ پرندے پھلوں کو خراب نہ کریں اور باغ اجڑ نہ جائے۔ جن پودوں نے مالی کی مرضی کے مطابق پیوندکاری کی تکلیف برداشت کی اور حالات کی

-1 چہار بہار مرتبہ شرافت نوشاہی ص 41

گرمی سردی خاموشی سے برداشت کر لی وہ مالی کے من پسند بن گئے اور مالی ان درختوں سے محبت کرنے لگا۔لیکن جو درخت مالی کی مرضی کے مطابق پھولے نہ پھلے، سوکھ گئے۔ مالی نے ان کو کاٹ کر ایندھن بنالیا۔"(1)

یہاں درخت سے مراد انسان، باغ سے مراد دنیا، اور مالی سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے۔ اس نے اپنے بندوں کو جب چاہا دکھ، تکلیف، بیماری، نقصان، بھوک پیاس دے کرآزمایا ہے۔ قرآن پاک کا ارشاد ہے:

"وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ط وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ(2)"

(یعنی ہم تمہیں ضرور آزمائیں گے۔ کچھ ڈر، بھوک اور مال اور جان کے نقصان سے پھلوں کی کمی سے، لیکن صبر کرنے والوں کے لیے خوشخبری ہے)

مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اپنے نفس کے خلاف اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق دشواریاں اور سختیاں برداشت کرتے اور راضی بہ رضا رہتے ہیں وہی آخر کار اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے حقدار ٹھہرتے ہیں، دین اور دنیا میں ابدی زندگی پا جاتے ہیں۔ اس کے برعکس جو لوگ غرور اور تکبر میں مبتلا ہوتے ہیں اور جو نفس امّارہ کے غلام بن جاتے ہیں رب کی رضا اور خوشنودی کو فراموش کر دیتے ہیں، جب تکالیف و مصائب آتے ہیں تو شکوہ شکایت زبان پر لے آتے ہیں۔ ایسے لوگ دوزخ کا ایندھن بن جاتے ہیں۔ حضرت نوشہ صاحبؒ اس تمثیل کا نتیجہ یوں نکالتے ہیں:

"اے عزیز! باید کہ بہارِ پیوند اشناس۔ وتیغ تقدیر برسرِ نفسِ خود براں و

1- چہار بہار مرتبہ شرافت نوشاہی ص 41

2- القرآن پارہ 2 سورۃ البقرہ، آیت 153

حرمتِ نفس مخواہ ورنہ ترا بے حرمت خواہد ساخت۔ وسرِ نفس رابر ورنہ سرِ تو خواہد برید۔" (1)

نوشہ صاحبؒ کے ان ہی خیالات کو حضرت سلطان باہوؒ یوں بیان کرتے ہیں:

مرن تھیں اگے مر رہے باہو تاں مطلب نوں پایا ہو (2)

اسی مضمون کو فارسی کے مشہور شاعر احمد جام نے شعر کے سانچے میں اس طرح ڈھالا ہے:

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را ہر زماں از غیب جانِ دیگر ست

نوشہ صاحبؒ کے نزدیک یہ سب کچھ اس وقت ممکن ہوتا ہے جب انسان دنیاوی لالچ سے پوری طرح منہ موڑ لیتا ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ انسان کو دنیا میں رہنے کے لیے دنیاداروں سے تعلق رکھنا پڑتا ہے، کھانا پینا، سونا جاگنا، اٹھنا بیٹھنا، لین دین، رشتے ناطے ایسے کام ہیں جن کے بغیر انسان زندگی گزارے کا تصور نہیں کرسکتا۔ کیوں کہ ہر انسان پر والدین، بیوی بچوں اور دیگر رشتہ داروں کے کچھ ایسے حقوق ہیں جن سے کسی طور فرار ممکن نہیں۔ ان حقوق کو پورا کرنا اسکی اخلاقی اور مذہبی ذمہ داری ہے اور یہ حقوق وہ دنیا میں رہ کر ہی پورے کرسکتا ہے۔ چنانچہ ان تمام ذمہ داریوں کے باعث انسان کیوں کر دنیا سے کنارہ کش ہوسکتا ہے اور اس حقیقت سے بھی انکار ممکن نہیں کہ زندگی کی ذمہ داریاں نبھانے کے لیے مال و دولت کی ضرورت ہے۔ جس کے پاس مال و دولت نہیں وہ ان ذمہ داریوں کو پورا کرنے سے قاصر ہے۔ اس گھمبیر مسئلے کو حضرت نوشہ گنج بخشؒ نے مختصر الفاظ میں نہایت خوبصورتی سے یوں حل کر دیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ انسان کا بال بال اور رگ رگ دنیاداری میں پھنسی ہوئی ہے۔ جس کی وجہ سے اس کا تارک الدنیا ہونا محال ہے۔ مگر تارک الدنیا

1- چہار بہار ص 43

2- ابیاتِ باہو مرتبہ سلطان الطاف علی۔ مجلس باہو لاہور 1975ء ص 243

ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ انسان ان ذمہ داریوں سے فرار اختیار کر لے۔ زندگی کی ذمہ داریوں سے منہ موڑ لینا اور دنیا سے فرار اختیار کر کے اللہ تعالیٰ کی یاد میں گم ہو جانا ، رہبانیت کہلاتا ہے اور اسلام میں رہبانیت کی کوئی گنجائش نہیں '' **لا رھبانیت فی الدین الاسلام**'' اسلامی تعلیمات کی رو سے درویشی سے مراد ہے کہ انسان دنیا داری کی تمام ذمہ داریاں بطریق احسن پوری کرے۔ لباس کی زیبائش اور لذت گیری سے ناآشنا رہے۔ طمع سے دور رہے۔ صرف ضروری حاجات کو پورا کرنے تک غرض رکھے۔ گندم، جو، نیا پرانا ریشی یا سوتی کپڑا، مٹی موتی، وفا جفا سب کو برابر اہمیت دے۔ دل پر سے خود غرضی کا زنگ اتار کر رشد و ہدایت کی شمع روشن کرے۔ کبھی قناعت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے۔ دعویٰ نہ کرے۔ آنے والے کل کی فکر اور گذشتہ کل کا افسوس نہ کرے۔ اپنے وجود کو عدم سمجھ کر غم یا خوشی کو دل میں جگہ نہ دے۔ بس ایسا ہی شخص تارک الدنیا اور طالب مولیٰ ہوتا ہے۔ جس چیز کے بغیر زندگی قائم نہ رہ سکے اور بندگی نہ ہو سکے اسے دنیا یا دنیاداری کہنا غلط ہے۔ کیونکہ دنیا کی صفت یہ ہے کہ پہلے درندگی پیدا کرتی ہے اور بعد میں شرمندگی۔ دنیا کی زیادہ محبت، غرور، تکبر اور عداوت کو جنم دیتی ہے۔ جبکہ اسکی کمی انسان کو پریشانی اور دلگیری میں مبتلا کر دیتی ہے۔ اس مضمون کو حضرت نوشہ گنج بخشؒ نے اپنے اردو/ پنجابی اشعار میں اس طرح بیان کیا ہے:

لا دعویٰ کوئی ایک ہے دعویدار ہزار — نوشہ مرد درویش کوں دعویٰ ناہیں کار (1)

درویشی راج اٹل ہے نِر دعویٰ نِروَیر — نوشہ دعویٰ والیاں کدیں نہ ہووے خیر

دعویٰ روگ اوشٹ ہے روگی دعویدار — نوشہ دعویٰ والیاں دعویٰ کرے خوار

دعویٰ کیتا انھیاں سوجھی جیہناں نہ کوئے — درویشاں نر دعویاں سبھا سوجھی ہوئے

دعویٰ کر دُکھ پایئے بن دعویٰ سب سُکھ — دعویداراں اندھیاں آپے چائے دُکھ (2)

1- انتخاب گنج شریف (اردو) ص 141

2- گنج شریف (پنجابی) ص 577

دعویٰ کم دیوانیاں مَنن دانیاں کار   آکھے نوشہ قادریؒ سمجھے مرد سچیارؒ

جب تک انسان کسی چیز کا دعویدار نہیں بنتا اس سے بیگانہ رہتا ہے۔ اس لیے اس چیز کے پانے یا نہ پانے پر خوشی یا غم محسوس نہیں کرتا۔ لیکن جب وہ دعویٰ کرتا ہے تو پھر اسکی محبت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اسی لیے اس کے ملنے پر خوشی محسوس کرتا ہے اور نہ ملنے پر غمگین ہو جاتا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ دنیا اور دنیا کا دعویٰ سراب کے علاوہ کچھ نہیں۔ اس کا عاشق ہمیشہ ناکام ہی رہا ہے۔ اس لیے اس سے دامن بچانا ہی مصلحت ہے۔ نوشہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ:

''جہدے کُن وبریں راہ نگاہ کردہ۔ دعویٰ بودرا نابود، دانستہ ہستی دعویٰ بشو، و خالقِ موجود را حیی القیوم دانستہ طالب او گردیدہ۔ درسجدہ روتا از ہمہ آفات خواہی رست و بے نیازی خواہی گشت۔''(1)

حضرت نوشہ صاحبؒ کے نزدیک دعویٰ کی لغت سے محفوظ رہنے کا یہی طریقہ ہے کہ آدمی اپنا دل صاف رکھے۔ اگر دل میں سے حرص و آز اور گندے خیالات نکل جائیں تو اس کی باطنی نگاہوں میں نور پیدا ہو جاتا ہے اور اپنے دل کے آئینے میں ربِّ کائنات کے حسن کے جلوے دیکھ لیتا ہے۔ اس کی نگاہوں سے غفلت اور باطل کے پردے چھٹ جاتے ہیں مگر یہ سب کچھ اسی صورت میں ممکن ہے جب ایک سالک اپنے مرشد کے بتائے ہوئے صراط المستقیم کو اپنا لیتا ہے اور اس پر کلی طور پر عمل پیرا ہو جاتا ہے۔ ورنہ تقویٰ کی دولت سے بے بہرہ رہتا ہے۔

آپ فرماتے ہیں:

''پرہیز گاری ایں است کہ فرمان پیر از زندگی عزیز شود۔ وخوف او از مرگِ بیشتر بود۔ ایں نفس پیل مست بیگمان ست و دستِ اُو بردستِ شیطان ست۔ دریں محنت پسندی و بزنجیر اعتقاد بندی جملہ صفاتِ مذکور

1- چہار بہار مرتبہ شرافت نوشاہی ص 55

بریں درجات رسد۔ خیالِ خام و گوشتِ حرام تو برود ، و زنگار دل چو
زدودی آئینہ صاف و بےغدودی مُـوتُـوا قَبـلَ اَنْ تَـمُـوتُـوا ہمیں
است۔''(1)

یہاں طریقت مکمل ہوتی ہے اور اس سے اگلی منزل حقیقت کہلاتی ہے۔ جب ایک درویش مُوتُوا قَبَلَ اَنْ تَمُوتُوا تک پہنچ جاتا ہے تو اسے اس ظاہری دنیا کی حقیقت کسی اور طرح سے دکھائی دینے لگتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کائنات کو سمجھنا کوئی آسان کام نہیں۔ اپنی ہستی اور دنیا کی ہستی کو نیست کرنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں۔ لیکن حضرت نوشہ صاحبؒ کے فرمان کے مطابق اگر انسان کی باطنی آنکھیں کھلی ہوں تو وہ ہست اور نیست کے فرق کو دیکھ سکتا ہے۔ ظاہری آنکھیں صرف ظاہری چیزوں کو دیکھتی ہیں اور ظاہری چیزیں فانی ہیں۔ لہٰذا جو شخص باطن کی روشن نگاہوں سے تمام چیزوں کی اہمیت و ماہیت کو دیکھ لیتا ہے، وہ حقیقت کو پالیتا ہے۔ حقیقت چونکہ زندہ ہے۔ اس لیے اسے دیکھنے والا بھی زندہ ہو جاتا ہے۔ پھر اسکی نگاہوں میں دنیا اور دنیادار لوگ مردہ ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ لوگ اصل حقیقت سے بےخبر ہوتے ہیں۔

ایک سالک کا اپنی ذات کی نفی کرنا ہی رب کی ذات کے باقی رہنے کا ثبوت ہے۔ چنانچہ سالک دنیا کی ہر شے میں اس باقی رہنے والی یعنی ازلی و ابدی ذات کی تجلیات دیکھتا ہے، جن کی بدولت وہ اس ذات کا اقرار کرتا ہے۔ صوفیانہ اصطلاح میں اسے وحدۃ الشہود کہتے ہیں۔

اگر صوفیاء کرام کی زندگی پر نظر ڈالیں تو اکثر صوفیاء وحدۃ الوجود کے قائل نظر آتے ہیں۔ حضرت نوشہ گنج بخشؒ بھی اسی نظریہ کے قائل تھے۔ لیکن وہ دیگر صوفیاؒ کی بہ نسبت وحدۃ الشہود کو بھی تسلیم کرتے تھے۔ ان کے نزدیک وحدۃ الشہود کی نفی ممکن نہیں علاوہ ازیں وحدۃ الشہود کے علم کے بغیر وحدۃ الوجود کو سمجھنا بےحد دشوار ہے۔ آپ نے

-1 چہار بہار مرتبہ شرافت نوشاہی ص86

فرمایا:

''تا درویش اعتقاد بر ہمہ از وست نہ بندد، خود را بسلک درویشاں نہ پیوندد، و بر احوالِ درویشانِ گذشتہ کہ اخبارات بنشتہ اند۔ اشتغال باید نمود کہ کار بگفتۂ تجربہ کاراں تواند کشود۔'' (1)

شہنشاہ اکبر کے عہد میں ہمہ از اوست یا مسئلہ وحدۃ الشہود کا پرچار سب سے زیادہ حضرت مجدد الف ثانیؒ (پ 971ھ)(2) نے کیا۔ جبکہ ان سے قبل اکثر صوفیاء مسئلہ وحدۃ الوجود کے قائل تھے۔ مسئلہ وحدۃ الشہود کی روح کے مطابق خالق او رمخلوق کے مابین واضح فرق ہے۔ یعنی مخلوق، مخلوق ہے اور خالق، خالق ہے۔ مخلوق کبھی خالق نہیں بن سکتی اور خالق کبھی مخلوق نہیں ہوسکتا۔(3) اسی لیے انسان کو مجبور محض کہا گیا ہے۔ یعنی وہ تقدیر کا پابند ہے۔ اور اپنی مرضی سے کچھ نہیں کرسکتا۔ کاتب تقدیر نے جو کچھ اس کی تقدیر میں لکھ دیا ہے وہی حرف آخر ہے اور اسی کے مطابق اسے زندگی بسر کرنا پڑتی ہے۔ اسی بات کو میر تقی میر نے شعری سانچے میں یوں ڈھالا ہے:

ناحق ہم مجبوروں پر یہ تہمت ہے مختاری کی
جو چاہیں سو آپ کریں ہم کو عبث بدنام کیا

خواجہ میر درد فرماتے ہیں:

تھا عالمِ جبر کیا بتاویں
کس طور سے زیست کر گئے ہم

ان اشعار و افکار کے باوجود انسان کسی حد تک خودمختار ہے اور اسی خودمختاری کے سبب وہ خیر و شر کھرے اور کھوٹے میں امتیاز کرسکتا ہے اور اسی کے باعث وہ دنیا کی

1- چہار بہار مرتب شرافت نوشاہی ص 111
2- ملک حسن علی: تعلیمات مجددیہ، شرقپور شریف 1965ء ص 2
3- مجدد الف ثانیؒ: مکتوبات، دفتر دوم، مکتوب 19

ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کے حسن کے جلوے دیکھ کر یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ ان مظاہرِ قدرت کا کوئی تو خالق ہے۔ یہی سوچ خالق اور مخلوق کے فرق کو ظاہر کرتی ہے۔ اِسی احساس کو حضرت نوشہ صاحبؒ نے بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ انسان کو سب کچھ خالق کی طرف سے پیدا کیا ہوا سمجھنا چاہیئے اور اپنے آپ کو کسی بھی امر میں مختار نہ خیال کرے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا خالق و مالک ہے۔ اس کے حکم کے تابع کائنات کا ہر ذرہ ہے۔ ہر ظاہر و باطن اسکی نظر میں ہے۔ نظام کائنات اسی کے حکم سے چلتا ہے۔ اس لیے انسان کو ہر شے اسی کی جانب سے سمجھنی چاہیئے اسی میں انسان کی سعادت اور نیک بختی ہے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے نزدیک ہمہ از اوست (وحدۃ الشہود) ہی تصوف میں درجہ کمال ہے، لہٰذا انسان کو چاہیے کہ اپنے اور خالق کے مابین فرق کو قائم رکھے۔ لیکن نوشہ صاحبؒ کے نزدیک ہمہ از اوست سے آگے بھی ایک منزل ہے جسے ہمہ اوست یا وحدۃ الوجود کہتے ہیں۔ ان کے خیال میں:

''ہمہ اوست درجۂ کمالِ معرفت ست کہ در آنجا ماوتو ہست و نیست ہیچ نیست۔ مثلِ شمع رو بہر سو یکے دارد۔''(1)

قرآن پاک کی اس آیت ''اللّٰہُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ'' کے مطابق صوفیائے کرام کا عقیدہ ہے کہ کائنات کی ہر شے میں اللہ تعالیٰ کی ذات سمائی ہوئی ہے۔ دنیا کے مختلف مناظر اس کے حسن کے مظاہر ہیں۔ اسی طرح انسان کے دل میں بھی اللہ تعالیٰ موجود ہے۔ مگر شعورِ ذات ہر کسی کو حاصل نہیں ہوتا۔ جسے حاصل ہو جاتا ہے وہ خداوند کریم کو پالیتا ہے۔ حدیث میں ہے۔ مولانا روم کا ارشاد ہے:

بر جمال ہو معکم جلوہ ہاست
لیک ہر کس لائقِ دیدار نیست

1- چہار بہار مرتبہ شرافت نوشاہی ص 119

اپنی ذات اور خالق کے عرفان کے لیے بے حد محنت اور سوجھ بوجھ کی ضرورت ہے۔ اس نظریہ کی بنیاد صوفیاء نے قرآن پاک کے اس ارشاد پر رکھی ہے۔

خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَ لَعْلَمُ مَاتُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۚ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْد [1]

اور اس تصور کی پختگی قران پاک کی اس آیت سے کرتے ہیں: وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِــن رُّوحِـی [2] یہاں روح سے مراد امر ربی کے علاوہ صوفیاء کرام نے یہ لی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی انسان کے اندر سمائی ہے۔ ورنہ حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں سے سجدہ کرانے کا کوئی جواز نظر نہیں آتا۔ کیونکہ خداوند کریم کے علاوہ کسی اور مخلوق کو سجدہ کرنا جائز نہیں۔ یہ حق صرف ذات باری تعالیٰ کو حاصل ہے۔ مولانا روم نے اس مسئلے پر یوں روشنی ڈالی ہے:

گر نبودے ذاتِ حق اندر وجود
آب و گِل را کے کُند ملکاں سجود

یہی وجہ ہے کہ صوفیاء نے اللہ تعالیٰ کی ذات کو انسان کی ذات سے علیحدہ نہیں سمجھا اور اس کو اپنے دل کی گہرائیوں میں ڈھونڈنے کی تاکید کی ہے۔ کیونکہ قرآن پاک کا حکم ہے "وَفِـیْ اَنْـفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْن" [3] اس ضمن میں آنحضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی ایک حدیث ہمارے پیش نظر ہے:

"لَا يَسْعُنِی اَرْضِیْ وَلَاسَمَائِی وَلٰكِنْ يَسْعُنِی قَلبِ عَبْدِی الْمُؤمِنْ"

یعنی میں نہ تو زمین میں سماتا ہوں اور نہ ہی آسمانوں میں، مگر میں تو مومن کے دل میں سماجاتا ہوں۔

1- القرآن پارہ 26 سورۃ ق آیت 15
2- القرآن پارہ 14 سورۃ الحجر آیت 29۔ صٓ پارہ 5 آیت 72
3- القرآن پارہ 26 سورۃ الذاریٰت آیت 21

مولانا روم نے اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے:

گفت پیغمبر کہ حق فرمودہ است
من نگنجم ہیچ در بالا و پست
در زمین و آسمان و عرش نیز
در دل مومن نگنجم اے عجب
گرمرا جوئی دراں دلہا طلب [1]

اسی خیال کو علامہ اقبال یوں بیان کرتے ہیں:

جنہیں میں ڈھونڈتا تھا آسمانوں میں زمینوں میں
وہ نکلے میرے ظلمت خانۂ دل کے مکینوں میں [2]

ایک سالک جب یہ منزل حاصل کر لیتا ہے تو پھر اسے اپنے ہر طرف ایک ہی ذات دکھائی دیتی ہے۔ وہ جس طرف بھی رخ کرتا ہے اسے فَاَیْنَمَا تَوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ [3] دکھائی دیتا ہے۔ حضرت خواجہ گیسو دراز بندہ نوازؒ، حضرت غوث الاعظمؒ کا قول نقل کرتے ہیں کہ شریعت والے ماسوا اللہ یا غیر اللہ کو عالم کہتے ہیں۔ یعنی عالم اس وجود کا نام ہے جو اللہ کے سوا ہے۔ مگر سالکانِ تصوف کے نزدیک غیر اللہ کا کوئی وجود ہی نہیں۔ [4]

مولانا عبدالرحمٰن جامی کا شعر ہے:

ہرچہ بینی یار است اغیار نیست
غیر او جز وہم جز پندار نیست

مقصد یہ ہے کہ جب ایک سالک اپنی بشریت کو توہمات کے جال سے باہر

1- کلیات مثنوی مولانا روم، ایران 1349ھ دفتر دوم ص 68
2- بانگ درا ص 146
3- القرآن: سورۃ البقرۃ
4- رسالہ غوث الاعظم المشہور جواہر العشاق اردو ترجمہ احمد حسین خان، لاہور 1978ء ص 21

نکال دیتا ہے تو وہ خود فنا ہو جاتا ہے ۔ وہ جس طرف بھی نگاہ اٹھا کر دیکھتا ہے اسے کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی ذات میں سمائی ہوئی نظر آتی ہے۔ بہ الفاظ دیگر یوں کہا جاسکتا ہے کہ اسے ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی ذات دکھائی دیتی ہے۔ ترمذی شریف میں حضور اکرم ﷺ کا فرمان یوں درج ہے:

اِتَّقُوْعَنْ فَرَاسَةِ الْمُؤمِنِ فَاِنَّهُ تَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ

(مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے)

وحدۃ الوجود کے اس اہم مسئلے کو سب سے زیادہ وضاحت وتصریح کے ساتھ شیخ محی الدین ابن عربی نے بیان کیا ہے۔ وہ اپنی تصنیف فتوحات مکیہ میں یوں رقمطراز ہیں:

فَظَاهِرُ الْاِنْسَانِ خَلَقٌ وَ بَاطِنُهُ حَقٌّ (1)

یعنی انسان بظاہر خلق ہے مگر باطن میں حق ہے۔ پنجابی کے پہلے صوفی شاعر حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ فرماتے ہیں:

فریدا خالق خلق مانہہ خلق وسے رب مانہہ
مندا کس نوں آکھیے جد تس بن کوئی نانہہ (2)

حضرت نوشہ گنج بخشؒ نے چہار بہار کے چوتھے حصے میں اس مسئلے پر نہایت جامع انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ ان کے نزدیک مسئلہ ہمہ از وست کی تعلیم ایک سالک کے لیے ناگزیر ہے، مگر اسکی تکمیل ہمہ اوست پر ہوتی ہے۔ نوشہ صاحبؒ کی چہار بہار کے علاوہ ان

1- ابن عربی محی الدین ۔ فتوحات مکیہ مصر۔ جلد 3 ص 396 (نام محمد، المشہور محی الدین عربی ولادت اندلس 560ھ / 1165ء ۔ وفات 638ھ/1240ء۔ تعداد کتب تقریباً 400۔ (قاموس المشاہیر، نظامی بدایونی، بدایون 1924ء جلد اول ص 25)

2- فرید الدین گنج شکرؒ: آکھیا بابا فرید نے ؛ مرتب آصف خاں پاکستان پنجابی ادبی بورڈ لاہور 1978ء ص 22

کے چند ہمعصر صوفیاء کرام کی تصانیف مثلاً شاہ ابوالمعالی (960ـ 1024ھ)[1] کی تحفہ القادریہ[2]، رسالہ شوقیہ، مونسِ جاں، زعفران زار، گلدستہ باغ ارم، ہشت محفل[3]، ملا شاہ بدخشی (995ـ 1072ھ)[4] کا رسالہ مرشد، رسالہ شاہیہ، رسالہ ولولہ، رسالہ ہوش، رسالہ نسبت[5]، کلیات ملا شاہ[6]، رباعیات ملا شاہ[7]، رسالہ حمد و نعت، سلطان باہو (1039ـ 1102ھ)[8] کی کلید التوحید، محبت الاسرار، اسرار طریقت، اور مفتاح العارفین[9] وغیرہ اہم دکھائی دیتی ہیں۔ان سب تصانیف میں فقر، سلوک، تصوف کی بنیادی باتیں موجود ہیں۔لیکن ان سب میں تسلسل کا فقدان ہے۔علاوہ ازیں موضوعات کو ابواب میں تقسیم نہیں کیا گیا۔عقائد و افکار کی تکرار جگہ جگہ نظر آتی ہے۔ تقریباً ہر تصنیف میں ایک جیسی آیات مبارکہ اور احادیث کے حوالے درج ہیں۔ یوں تمام تصانیف یکسانیت کا شکار ہیں لیکن ان کے برعکس حضرت نوشہ گنج بخشؒ کی چہار بہار میں عالمانہ انداز ہے۔آپ جو بھی مسئلہ بیان فرماتے ہیں، اسکی وضاحت مختلف حکایات

1- ظہور الدین احمد ڈاکٹر: پاکستان میں فارسی ادب۔لاہور 1974ء، ج2 ص25

2- اردو ترجمہ ملک چنن دین کشمیری بازار لاہور سے شائع ہوا۔ س۔ن

3- مخطوطہ، ذخیرہ شیرانی نمبر 224 مملوکہ لائبریری پنجاب یونیورسٹی لاہور

4- پاکستان میں فارسی ادب مذکور ص25، میکڈونلڈ نے ولادت 992ھ لکھی ہے مگر ماخذ کا ذکر نہیں کیا۔
(Macdonold D.B; The Religious attitude and life of Islam. Beryouth, 1965, P.195

5- مخطوطہ شمارہ نمبر Pi vi 158۔لائبریری پنجاب یونیورسٹی لاہور

6- ایضاً SPi vi 87

7- ایضاً APi vi 59

8- پنجابی شاعراں دا تذکرہ ص80

9- سلطان باہو کی یہ تمام تصانیف مع اردو ترجمہ شائع ہو چکی ہیں۔

و واقعات سے کرتے ہیں۔ ساتھ ساتھ ایک ماہر مُعلّم کی مانند تصوف کے دقیق مسائل نہایت مشفقانہ لب ولہجہ میں سمجھاتے چلے جاتے ہیں جو قاری کی طبع پر گراں نہیں گزرتے اور وہ مسائل کی گہرائی اور گیرائی کو پالیتا ہے۔نوشہ صاحبؒ کے ارشاد کے مطابق ہمہ اوست کی معراج یہ ہے کہ سالک کوسوائے ایک (وحدت) کے اور کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ ضارب اور مضروب میں فرق نہیں ملتا۔اسی طرح دیکھنے والا، دکھانے والا، سننے والا اور سنانے والا ایک ہی ہے۔

اصل شہود، شاہد و مشہود ایک ہے
حیراں ہوں پھر مشاہدہ ہے کس حساب میں (غالب)

ہر چیز کی ظاہری باطنی حسن رب کریم کی ذاتِ اقدس سے ہے۔اس کے علاوہ ہر چیز عارضی، فانی اور حالک ہے۔وہ ہر صورت اور ہر رنگ میں موجود ہے، مگر ہر صورت اور ہر رنگ سے پاک ہے۔ جیسے پوری کائنات میں ایک ہی ہوا ہے جو ہر پودے، پھولوں اور پھلوں اور درختوں میں زندگی بانٹی ہے اور خوشبوں کے جھولے جھلاتی ہے اسی طرح وہ پاک ذات ہر جگہ موجود ہے۔جیسے ہر چشمے کا پانی ایک جیسا ہے اور ہر پتھر میں ایک جیسی آتش پنہاں ہے۔ایسے ہی اس پاکیزہ ذات کو پہچاننے کے لیے ظاہری صورت سے گزر کر معنی پر غور لازم ہے۔ پھر ہر شے میں اسی کی ذات جلوہ گر نظر آئے گی۔ بقول خواجہ میر درد:

جگ میں آ کر اِدھر اُدھر دیکھا
تو ہی آیا نظر جدھر دیکھا

مگر اس کے لیے باطن کی نظر چاہیے جس طرح دنیا دار دن رات دنیا کے خیالات میں کھویا رہتا ہے اور اسے دنیا مل جاتی ہے۔اسی طرح اگر کوئی وحدت کے دریا میں ہر وقت ڈوبا رہے تو آخر کار وہ وحدت کو پالیتا ہے۔

چہار بہار کے مطالعے سے پتا چلتا ہے کہ اگر نوشہ صاحبؒ وحدت الوجود کی حقیقت کو یوں واضح نہ کرتے تو عین ممکن تھا کہ بعد میں آنے والے صوفیاء اور علماء وحدۃ الوجود کے تصور سے دور ہو کر وحدۃ الشہود کے تصور تک محدود رہ جاتے۔ حضرت نوشہ صاحبؒ کے ان خیالات و تصورات کا اثر بعد میں آنے والے اکثر صوفیاء کے ہاں ملتا ہے۔ یہاں ان صوفی شعرا اور علماء کے کلام اور نثری تخلیقات کے چند نمونے پیش کیے جاتے ہیں، جو نوشہ صاحبؒ کے تصورات سے متاثر ہوئے۔

حضرت سلطان باہوؒ:

الف احد جد دتی وکھالی از خود ہویا فانی ہو (1)
قرب وصال مقام نہ منزل نہ اوتھے جسم نہ جانی ہو
نہ اوتھے عشق محبت کائی نہ اوتھے کون مکانی ہو
عینوں عین تھیوسے باہو سر وحدۃ سبحانی ہو

O

ایہہ تن رب سچے دا حجرہ وچ پا فقیرا جھاتی ہو (2)
نہ کر منت خواج خضر دی تیرے اندر آب حیاتی ہو

سید بلھے شاہؒ:

میں وچ ویکھاں تے میں نہیں ہوندی میں وچ وسنائیں تئیں
سر توں پیراں تیک وی توں ہیں تے اندر باہر تئیں

O

1- سلطان باہو: ابیات باہو ص69

2- ایضاً ص110

رانجھا رانجھا کردی نی میں آپے رانجھا ہوئی (1)
سدو نی مینوں دھیدو رانجھا ہیر نہ آکھو کوئی

پیر محمد سچیار نوشہرویؒ:

ہیر سیر مینوں کوئی نہ آکھو نہ کوئی آکھو سلیٹی (2)
ذات صفات اوتھائیں رہی ہن میں چاکے نال چکیٹی

سید وارث شاہؒ:

نال صدق یقین دے بنھ تقویٰ دھنے پتھروں رب نوں پایا ای (3)
میل دلے دی دھوئے کے صاف کیتی تُرت گورو نے رب وکھایا ای
بچہ سئیوں جس قلبوت اندر سچے رب نے تھاؤں بنایا ای
وارث شاہؒ میاں ہمہ اوست جاپے سرب مئی بھگوان نوں پایا ای

علی حیدر ملتانیؒ:

ت۔ توہیں اج بھی کل بھی توہیں بھلکے پرسوں بھی توہیں توہیں (4)
اسیں اگے بھی کجھ نہیں ہُن بھی کجھ نہیں کل وت پرسوں بھی توہیں توہیں
تجھ بن رنگ محل حویلیاں کیا کجھ کرسوں بھی توہیں توہیں
آکھ حیدر شمع نوں تھئی پروانہ سرسوں سرسوں بھی توہیں توہیں

1- کلام بلھے شاہؒ: مرتبہ ڈاکٹر نذیر احمد پیکجز لاہور 1976ء ص 38
2- کشکول نوشاہی: قلمی، لائبریری پنجاب یونیورسٹی لاہور ذخیرہ شیرانی نمبر 6223 ص 81
3- ہیر وارث شاہ: مرتبہ عبدالعزیز؛ پنجابی ادبی اکیڈمی لاہور 1964۔ ص 146
4- کلیات علی حیدر: پنجابی ادبی اکیڈمی لاہور 1963ء ص 43